امام محمد بن حسن الشیبانیؒ

جناب عبد الرشید عراقی صاحب

امام محمد بن حسن الشیبانی فقہ حنفی کے اساطین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق دمشق کے قریب ایک گاؤں حرستا سے تھا۔ ان کے والد حسن حرستا سے ترکِ سکونت کر کے عراق کے شہر واسط آ گئے۔ یہاں امام حسن ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے[1]
امام محمد بن حسن سنِ رشد کو پہنچے کہ ان کے والد حسن واسط سے کوفہ منتقل ہو گئے۔ کوفہ اس وقت علم و فن کا مرکز تھا۔ اور علماء و مشائخ کا گہوارہ تھا۔

علامہ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ۔ مکہ معظمہ کے صدر معلم حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ) اور مدینہ منورہ کے حضرت عبداللہ بن عمر (م ۷۳ھ) اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود (م ۳۲ھ) تھے۔"[2]

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب (م ۴۰ھ) نے اس شہر کو دار الخلافہ بنایا۔ اور آپ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوتے تھے

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۲۔
[2] اعلام الموقعین جلد ۱۔

كان اغلب قضايا بالكوفة [1]

"حضرت علیؓ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوتے تھے"

کوفہ کو حضرت عمر بن خطاب (م ۲۳ھ) نے آباد کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب (م ۴۰ھ) کی تشریف آوری سے پہلے علم وفن اور قرآن و سنت کا دار العلوم بن چکا تھا۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ولما ذهب (علیؓ) الكوفة كان اهل الكوفة قبل ان يأتيهم قد اخذوا الدين عن سعد بن ابی وقاص وابن مسعود وحذيفة وعمار وابی موسىٰ وغيرهم ممن ارسله عمر الى الكوفة۔ [2]

"جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے تو اہلِ کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابو موسیٰ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے جن کو حضرت عمر فاروقؓ نے کوفہ روانہ کیا تھا، دین حاصل کر چکے تھے"۔

حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرامؓ نے سکونت اختیار کی۔ جن میں ۲۴ صحابہ وہ تھے جو غزوہ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے تھے۔ [3]

تعلیم کا آغاز امام محمد بن حسن نے کوفہ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ)، امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) سے حدیثیں روایت کیں۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۱۳۲۔

[2] منہاج السنۃ النبویہ جلد ۴ ص ۱۵۷۔

[3] فتح المغیث ص ۳۸۲۔

امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں امام محمد بن حسن حضرت امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر جملہ علومِ اسلامیہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی[1]

امام ابویوسفؒ کی خدمت میں امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) جو امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کے شاگرد تھے۔ اور ان کا شمار فقہ حنفی کے اجلہ ائمہ کرام میں ہوتا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کے عہد میں قاضی القضاۃ رہے۔ امام محمد ان کے درس میں شامل ہوئے اور فقہ کی تکمیل کی۔

امام مالک بن انس کی خدمت میں قرآن اور فقہ کی تعلیم امام محمد نے حضرت امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور حضرت امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے حاصل کی۔ اور حدیث کی تعلیم اس سے پہلے امام مسعر بن کدام (م ۱۵۵ھ)، امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) اور امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) سے حاصل کر چکے تھے۔ لیکن ان کو کسی ایسے استاد کی ضرورت تھی، جو خالص حدیث کا ذوق رکھتا ہو۔ اس کے لیے امام محمد نے دربار نبوی کا رُخ کیا۔ اور امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں تین سال رہ کر حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد امام محمد بن حسن ۲۰ سال کی عمر میں جملہ علومِ اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں تکمیل کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوئے، اور ان کے حلقۂ درس میں، کوفہ، بصرہ، شام، ہرات، رے، نیشاپور، حلب، بخارا، اور اقصائے عرب، غرض دُنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے تشنگانِ علم آکر اس سرچشمۂ علم سے سیراب ہونے لگے۔ ان کے تلامذہ کا استقصاء بہت دشوار ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) جو خود ایک فقہ کے بانی ہیں۔ امام محمد بن حسن کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ۱۸۴ھ میں امام محمد بن حسنؒ

[1] مناقب امام محمد ذہبی ص ۵

کی شاگردی اختیار کی۔ اور آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) جو امام محمد بن حسن کی شاگردی میں آنے سے پہلے اجتہاد و فقہ سے پورے طور پر واقف ہو چکے تھے۔ از سر نو تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"امام شافعی نے فقہ عراق کو بکمال حاصل کیا۔ اور امام محمد کی خدمت میں تین سال سے زائد رہے۔ بالآخر فقہ کے بانی مؤسس قرار پائے"[1]

امام شافعی نے امام محمد کی بارگاہِ فیض سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس پر تا زندگی ممنون رہے۔

علامہ ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

"امام محمد امام شافعی کا بہت خیال فرماتے تھے اور جو برتاؤ امام محمد کا امام شافعی سے تھا، وہ کسی دوسرے شاگرد کے ساتھ نہیں تھا"[2]

موطائے امام مالک کا درس اہلِ عراق میں امام محمد پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں تین سال رہ کر امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) اور دوسرے ائمہ حدیث سے استفادہ کیا۔ اور ان کی مرویات کا ایک بہت بڑا سرمایہ اپنے ساتھ عراق لے گئے۔ امام مالکؒ کی مرویات کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ امام اسد بن فرات (م ۲۱۳ھ) جو حضرت امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے شاگرد تھے۔ فرماتے ہیں کہ:

"ایک دن ہم لوگ امام محمدؒ کے درس میں شریک تھے کہ ایک شخص مجلس میں کودتا پھاندتا تیزی سے امام محمدؒ کے پاس پہنچا اور اُس نے کچھ آہستہ سے کہا۔ ہم نے سُنا کہ امام محمدؒ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، پڑھا اور فرمایا کہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ امام مالکؒ امیر المؤمنین فی الحدیث کی وفات

[1] توالی التاسیس ص ۶۹۔

[2] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۰۶۔

ہو گئی۔ اس کے بعد تمام مجلس میں ماتم برپا ہو گیا۔"[1]

عہدۂ قضا اسلاف میں بہت سی ایسی ہستیاں ملیں گی، جنہوں نے اپنے فضل و کمال کے باوجود حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔ اور نہ امراء و سلاطین کی صحبت کو پسند کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بسا اوقات سلاطین اور اراکین سلطنت کے دباؤ سے ایسا کام کرنا پڑتا تھا جو ان کے ضمیر اور حمیتِ دینی کے خلاف ہوتا تھا۔ اسی اُصول کے تحت حضرت امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے خلیفہ منصور (م ۱۵۸ھ) کی طرف سے عہدہ قضا کی پیش کش مسترد کر دی۔ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) نے ایک خاص مصلحت کے تحت عہدہ قضا کو قبول کیا۔ اور مصلحت یہ تھی کہ اس عہدۂ قضاء کے ذریعہ امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) کے مسلک کی ترویج و اشاعت ہو گی۔ جب امام محمد بن حسن کو عہدۂ قضاء کی پیش کش ہوئی۔ تو امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے امام محمد بن حسن کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ امام محمدؒ نے عہدۂ قضاء کو قبول کر لیا۔

امام شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے امام محمدؒ کے عہدۂ قضاء قبول کرنے پر اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"رقہ[2] میں خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کے سامنے قاضی کے تقرر کا مسئلہ پیش ہوا۔ اور اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے مشورہ کیا گیا۔ انہوں نے امام محمدؒ کے انتخاب کا مشورہ دیا۔ امام محمدؒ اس وقت کوفہ میں تھے۔ کوفہ سے بغداد بلائے گئے۔ اور پہلے امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کے پاس گئے۔ اور ان سے اپنے انتخاب کی وجہ دریافت کی۔ اور امام ابو یوسفؒ نے ان سے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے یہ مشورہ اس لیے دیا ہے کہ کوفہ اور بصرہ میں ہمارے مسلک کی بہت اشاعت ہو چکی ہے۔ اگر آپ شام چلے جائیں گے

---

[1] تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۷۳۔
[2] موسم گرما میں عباسی خلفاء کا دار الخلافہ ہوتا تھا (عراق)

تو وہاں بھی اس کی ترویج کا ذریعہ پیدا ہو گا۔ امام محمدؒ نے اس مصلحت کو اپنے انتخاب کے لیے پسند نہیں کیا۔ اور کہا کہ اس میں براہ راست مجھ سے گفتگو کرنی چاہیے تھی۔ اس گفتگو کے بعد امام ابو یوسفؒ نے ان سے یحییٰ برمکی کے پاس چلنے کو کہا۔ دونوں صاحب یحییٰ کے پاس گئے۔ امام ابو یوسفؒ نے یحییٰ سے کہا کہ محمد بن حسن سامنے موجود ہیں۔ ان سے عہدۂ قضاء کے لیے معاملات طے کر لیجیے۔ یحییٰ نے امام محمد پر ایسا دباؤ ڈالا کہ وہ عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے مجبور ہو گئے"۔[1]

امام ابو یوسفؒ سے ناراضگی

امام محمد بن حسن نے عہدہ قضاء بادلِ ناخواستہ قبول کر لیا تھا۔ اور آپ یہ سمجھتے تھے کہ اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) نے پیش رفت کی جس کی بنا پر مجھے مجبوراً عہدۂ قضاء قبول کرنا پڑا۔ اس لیے انہوں نے اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور اس ناراضگی نے اس قدر شدت اختیار کی کہ ان کے یہاں آمد و رفت ترک کر دی۔ امام ابو بکر خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) نے یہاں تک لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے انتقال پر امام محمد بن حسن نے ان کے جنازہ میں شرکت تک نہیں کی۔[2]

امام محمد کی حق گوئی اور عہدۂ قضاء سے برطرفی

امام محمد نے عہدۂ قضاء بادل ناخواستہ قبول کر لیا تھا۔ اور اس میں ان کی خواہش کا ذرہ بھی دخل نہ تھا۔ اس لیے اس عہدہ پر جب تک فائز رہے بڑی دیانت داری اور بلا کسی رو رعایت کے فرائض انجام دیتے رہے، اور آزادی و حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ۱۷۵ھ میں یحییٰ علوی نے جب علم بغاوت بلند کیا۔ تو ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) اس کا سر و سامان دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا۔ اور دب کر صلح اختیار کی۔ معاہدہ قلمبند ہوا۔ اور یحییٰ کے اطمینان کے لیے

---

[1] مناقب امام محمد ذہبی ص ۵۵، ۵۶۔

[2] "تاریخ بغداد" ترجمہ امام محمد بن حسن۔

بڑے بڑے علما، فضلا، فقہاء اور محدثین نے اس پر دستخط کیے۔ یحییٰ اصلح پر راضی ہو کر بغداد آئے تو چند روز بعد ہارون الرشید نے نقضِ عہد کرنا چاہا۔ تمام علمائے کرام نے ہارون الرشید کے خلاف فتویٰ دے دیا کہ موجودہ صورت میں نقضِ عہد جائز ہے۔ لیکن امام محمد بن حسن نے اعلانیہ مخالفت کی اور فرمایا ”نقضِ عہد جائز نہیں“۔ چنانچہ امام محمدؒ پر عتابِ شاہی نازل ہوا اور عہدۂ قضا سے برطرف کر دیے گئے۔ اور اس کے ساتھ انہیں فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔ اور ساتھ ہی قید و بند کی مصیبت بھی اٹھانی پڑی۔[1]

رہائی اور عہدۂ قضا پر بحالی امام محمد بن حسن جب قید میں تھے۔ ان دنوں ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) کے بیوی ام جعفر جائیداد وقف کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ سے فتویٰ طلب کیا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجھے فتویٰ دینے سے روک دیا گیا ہے۔ اس لیے میں آپ کے مسئلہ پر کچھ نہیں بتا سکتا۔ ام جعفر نے اس سلسلہ میں ہارون الرشید سے گفتگو کی، انہوں نے امام محمد کو رہا کر دیا۔ اور اس کے ساتھ فتویٰ دینے کی اجازت بھی دے دی۔ اور دوبارہ ان کو عہدہ قضا پر بحال کر دیا۔ چنانچہ آپ اخیر تک عہدۂ قضا پر فائز رہے۔[2]

وفات ۱۸۹ھ میں ہارون الرشید رے گیا تو اپنے ساتھ امام محمدؒ اور مشہور امام نحو کسائی کو اپنے ساتھ لے گیا۔ یہاں امام محمدؒ کا ۵۸ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ اور اسی دن یا دو دن بعد امام نحو کسائی کا بھی انتقال ہوا۔ ہارون الرشید کو ان دونوں ائمہ فن کے انتقال کا بہت صدمہ ہوا۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ کہا کہ:

”میں نے فقہ اور نحو کو رے میں دفن کر دیا ہے“[3]

(باقی)

---

[1] بلوغ الامانی ص ۴۰

[2] ایضاً ص ۴۰

[3] جواہر المضیعہ جلد ۲ ص ۴۳